# رفاہِ عامہ کا اسلامی تصور اور اس کا شرعی دائرہ کار و اختیار، ایک تحقیقی مطالعہ

# ISLAM'S CONCEPT OF SPONSORSHIP AND THE SCOPE OF PUBLIC WELFARE, A RESEARCH REVIEW

**1-ANWAR UL HAQ**
Teaching Associate, Department of Islamic Learning, University of Karachi.
Email: anwarulhaqabbasi304@gmail.com

**2- ABDUL KHALIQUE**
Teaching Assistant, Department of Islamic Learning, University of Karachi.
Email: abdulkhaliqu77@gmail.com

Anwar Ul Hah, Abdul khalique **“Islam's Concept of Sponsorship and the Scope of Public Welfare, a Research Review”** Al-Raheeq International Research Journal Vol 2, Issue 1 (January 29, 2023). Pg no:54-75

| | |
|---|---|
| **Journal** | Al-Raheeq International research Journal |
| **Journal homepage** | https://alraheeqirj.com |
| **Publisher** | Al Madni Research Centre |
| **License:** | Copyright c 2023 NC-SA 4.0 www.alraheeqirj.com |
| **Published online:** | 2023-01-29 |
| **ISSN No:** | |
| **Print Version:** | 2959-7005 |
| **Online Version:** | 2959-7013 |

Open Access

CC BY NC SA

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 2, Issue 1 || January-June 2023 || P. 54-75


# رفاہِ عامہ کا اسلامی تصور اور اس کا شرعی دائرہ کار و اختیار، ایک تحقیقی مطالعہ

# ISLAM'S CONCEPT OF SPONSORSHIP AND THE SCOPE OF PUBLIC WELFARE, A RESEARCH REVIEW

***ABSTRACT***

*Islam has given the status of worship to people. Striving for the welfare of the poor and needy humanity is a prominent aspect of Islamic teachings. From the study of Sirat Tayyaba, it is known that the Messenger of Allah, may Allah bless him and grant him peace, set high examples of service to people and human compassion through his character and actions, and he also trained the Companions, may Allah have mercy on them. And give them peace, on the basis that they also serve the society. He was a figure of selflessness and sacrifice. He (peace and blessings of Allah be upon him) used to emphasize prayer, fasting and other acts of worship, and also used to urge the Companions to be kind to other human beings. Islamic fundamental principles include benevolence and patronage of other Muslims. In general, Islamic history is full of distinguished and generous personalities who were always ready to serve humanity, yet the Golden Age of Islamic history*

*is rich in such great personalities. When we examine the aspect of service to humanity in the lives of the Companions, we find that they helped, benefited, helped their relatives, friends and common people. and had a most unusual instinct for retention. Run. The level of his charity was so high that even after sacrificing all his wealth and means for the pleasure of Allah, he felt happy and prostrated in gratitude to Allah. In fact, the purpose of this generosity was to gain the pleasure of Allah and to obey the Messenger of Allah (peace and blessings of Allah be upon him). There was not even an iota of worldly greed or greed in them. So, he was always happy to give away his assets. It is an indisputable fact that the Companions also gave sacrifices equal to men. He also made a practical effort to eradicate poverty with his wealth. This paper presents the practical aspects of economic survival of the poor through Islam.*

***Keywords: Human, Sponsorship, Welfare, Economic, Sacrifices***

## تعارف

اسلامی مملکت میں کفالتی اور رفاہی امور غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں، کفالت کا معنٰی و مفہوم یہ ہے کہ کسی کا ضامن ہونا، اور اصطلاحی مفہوم یہ کہ ریاست کے تمام انسانوں کی بنیادی ضروریات زندگی کا اہتمام کرنا۔ ان ضروریات میں سے خوراک، لباس، رہائش، تعلیم، علاج اور انصاف خصوصاً شامل ہیں، رفاہ عامہ کا معنی و مفہوم یہ کہ کسی کی شخصی ضرورت کے وقت اس کا کام کر دینے کا نام ''رفاہِ عامہ'' ہے۔ کفالت و رفاہِ عامہ کی وسعت، اہمیت قرآن اور سنت کی روشنی میں بیان کی گئی اور اس کے بعد دائرہ کار میں میں کون سے افراد شامل ہیں۔ کن لوگوں کی ضرورت کو پورا کیا جائے، اور کون کون سی ضرورت اور کن امور میں کفالت کی جائے، قرآن کریم نے کون سے افراد کون سے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ سب بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے، اس کے بعد احادیث میں بڑی نیکیوں میں ایک نیکی یہ ہے کہ غرباء، مساکین، سائلین، دیگر لوگوں کی ضرورت کو پورا کرنے کو کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا، ان کے دکھ درد میں شریک ہونا، اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

## کفالت کا معنٰی و مفہوم

کفالت کا مطلب ہے ''کسی کی کفالت کرنا، کسی ضامن ہونا'' یا ''اپنے لوگوں کی کفالت و پرورش کرنا۔'' اور ''بچہ کو کسی کی پرورش اور کفالت میں دینا'' جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا[1]

ا۔'' ذمہ داری'' ۲۔ ''گارنٹی'' ۳۔ ''تاوان'' ۴۔ ''تحفظ، حفاظت'' اور ''یتیم کے معاملات کا ذمہ دار سرپرست کفالت کنندہ'' کے لئے استعمال ہوتا ہے۔[2]

---

{1}۔ القرآن ۳:۳۷

{2}۔ فیروزالدین، فیروز اللغات (لاہور: فیروز سنز، نیو اڈیشن طا اول ۲۰۱۰ء) ص ۱۰۱۷

## کفالت کا اصطلاحی مفہوم

کفالت عامہ کے لئے ”ذمہ داری، ضمانت، بار اٹھانا“ عربی و اردو میں استعمال ہوتے ہیں، اسی بنا پر کفالت عامہ کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے۔

”اسلامی ریاست کے تمام باشندگان کی بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی کا اہتمام کرنا۔ان بنیادی ضروریات میں خوراک، لباس، رہائش، تعلیم، علاج اور انصاف خصوصی طور پر شامل ہیں۔

## رفاہ عامہ سے مراد

کسی شخص کی ذاتی ضرورت کے وقت اس کا کام کردینا یا معاشرہ کی اجتماعی ضرورتوں اور سہولتوں کو فراہم کرنے کے لئے کوشاں رہنا، چاہے وہ کوشش مال کے ذریعے ہو چاہے خدمت اور محنت کے ذریعے، چاہے معاشرے کو اس کی ضرورتوں اور سہولتوں کا شعور عام کرنے کے لئے معلوماتی تحریریں فراہم کی جائیں، ان سب کاموں نام ”رفاہ عامہ“ ہے۔3

## اسلامی نظامِ کفالت ورفاہ عامہ کی حدود اور طریقہ کار

عصر حاضر میں کفالت عامہ یا رفاہِ عامہ اور معاشرتی فلاح و بہبود عام اصطلاح ہے۔ جدید جمہوری حکومتیں اپنے لئے رفاہی وفلاح ریاست کا جو تصور دیتی ہیں، ان میں بنی نوع انسان کی کفالت اور رفاہِ عامہ کی سرگرمیوں کو بنیادی اہمیت حیثیت کی حامل ہیں۔ رفاہِ عامہ یا کفالت اور معاشرتی فلاح وبہبود، جسے انگریزی میں ”Support“ اور ”Social Welfare “ کہتے ہیں۔ ”انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا“ کے مطابق اس کے دائرہ عمل میں مندرجہ ذیل ادارے شامل ہیں۔4

۱۔ اقلیتوں کا احترام ۲۔ معذور اور فاترالعقل لوگوں کی حفاظت

---

[3]۔ مہر، امیر الدین، اسلام میں رفاہ عامہ کا تصور اور خدمت خلق کا نظام (لاہور: ادارہ نشریات، ۲۰۰۹ء) ص ۵۴

[4]۔ اینڈریو بل، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (سکاٹ لینڈ: ناشر بینٹن فاؤنڈیشن، پندرہویں اشاعت، ۲۰۱۰ء) ۲۳۳/۱۲

۳۔ ارذل العمر افراد کی نگہداشت
۴۔ مسکینوں و غریبوں کی امداد
۵۔ جرائم پیشہ افراد کی بحالی
۶۔ عورتوں کے حقوق
۷۔ خاندان کے لوگوں کی عیادت کرنا
۸۔ نوجوان نسل کی بہبود
۹۔ یتامیٰ کی کفالت، زچہ وبچہ کی بہبود
۱۰۔ گاؤں سے شہروں میں منتقلی کے مسائل
۱۱۔ معاشرے کی مجموعی ترقی
۱۲۔ امراض نفسیاتی کی روک تھام
۱۳۔ تعلیمی مراحل میں بہبود
۱۴۔ بھیک مانگنے والوں کے مسئلہ کا حل
۱۵۔ مہاجرین کی امداد اور ان کی آبادکاری
۱۶۔ منشیات کے خلاف اقدامات
۱۷۔ ناگہانی حادثوں سے بچاؤ، اور امداد
۱۸۔ وہ لوگ جو محرومیوں سے مغلوب ہوں ان کی امداد
۱۹۔ ایسے مریض میں جو نفسیاتی یا جنسی امراض کا شکار ہوں ان کا علاج

کفالتِ عامہ بنیادی طور پر اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے، اس کے تحت اب جائزہ اس بات کا لینا ہے کہ یہ نظام، ریاست میں رہنے والے صرف مسلمانوں کے لئے ہوگا یا غیر مسلم کے لئے بھی اس نظام سے مستفید ہو سکیں گے اور پھر اس نظام کے تحت کس قسم کی ضروریات پوری کی جائیں گی، ہر انسان کے ساتھ کچھ ضروریات ایسی ہوتی ہیں، جو انسانیت کی فلاح وبہبود سے متعلق ہوتی ہیں، مثلاً تعلیم، تزویج، معذور افراد کی دیکھ بھال، نومولود بچوں کے وظائف، صحت، قرضدار کے قرضوں کی ادائیگی وغیرہ۔

اس کے بعد یہ معلوم ہونا بھی ضروری ہے، کفالت کا سارا بوجھ سرکاری ریاست کے ہی ذمے ہے یا معاشرے کے افراد بھی اس میں شامل ہیں: چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ افراد کے ذمہ بھی کچھ مختلف نوعیت کی ذمہ داریاں لاحق ہوتی ہیں، جن میں کچھ اخلاقی اور کچھ قانونی ذمہ داریاں ہیں، قانونی ذمہ داریوں کو "صدقاتِ واجبہ" (مثلاً: عشر، صدقۂ فطر، زکوٰۃ، نذور اور کفارات وغیرہ) اور اخلاقی ذمہ داریوں کو "انفاق" (مثلاً: قرضِ حسنہ، صدقاتِ نافلہ، امانت، اوقاف، ہبہ، عاریت، وصیت، میراث، اور نفقات وغیرہ) سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہی سرکاری ادارے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے مصارف کہاں سے اور کیسے لائیں گے؟ اس کے لیے کون کون سے ذرائع اختیار کیے جائیں گے؟ تو یہ مصارف وذرائع آمدنی اسلام میں متعین ہیں، مثلاً: خمس، زکوٰۃ، متعین شرائط کے ساتھ جائز ٹیکس، خراج، اموالِ فاضلہ، منافع تجارت وغیرہ۔

اگر مندرجہ بالا شعبہ جات کا احیاء ہو جائے اور یہ مصروفِ عمل ہو جائیں تو یقینی طور پر ریاست میں دولت کے ذخائر پر چند اور مخصوص افراد قابض ہوں، اور گردش دولت کا بہاؤ صرف اور صرف سرمایہ کاروں کی طرف ہی ہو، اور اس کے برعکس دوسری طرف غریب طبقہ ظلم کی چکی میں پس رہا ہو، اور بھوک پیاس کی حالت میں ایک ایک لقمے کا محتاج ہو۔

اگر اسلام کا یہ نظامِ کفالت وجود میں ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں اغیار کے بنائے ہوئے نظام انشورنس کا سہارا لینا پڑے اور اپنے مذہب و دین کا خون کرنا پڑے: البتہ اس کے لیے انتھک کوشش کرنا ہوگی، کہ جس طرح آج سے چودہ سو (۱۴۰۰) سال قبل یہ نظام کامل پوری طرح چمکتا ہوا، انسان کو انسان اور نفسانیت وجہالت میں ڈوبے معاشرے کو ایک پُرامن اور صالح معاشرے میں ڈھال چکا تھا، جسکی حقانیت کا اعتراف اپنے تو اپنے، اغیار بھی کرنے پر مجبور ہو گئے، اسلامی اخوت کی ایسی ایسی مثالیں قائم ہوئیں کہ آج تک مغربی معاشرہ اس کی کوئی مثال پیش نہ کر سکا، تو کوئی وجہ نہیں کہ کوئی نظام اس وقت ''جب کوئی ظاہری ٹھاٹ باٹ نہ تھے'' اپنا اثر قائم کر سکتا ہو اور آج کے دور میں بے اثر ہو! اگر معاشرہ کے چند بااثر اشخاص مل کر ہمت و کوشش کرلیں اور اپنے اموال فاضل کو مذکورہ بالا مدّات میں خرچ کرلیں اور پھر ان کی دیکھا دیکھی کچھ اور، پھر کچھ اور، حتیٰ کہ ہر طرف ایک عام فضا بن جائے تو یقیناً مقصود حاصل ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔

## اسلام کا نظامِ کفالت کن کن افراد کے لیے مفید ہوگا؟

اسلامی ریاست میں رہنے والے چوں کہ صرف مسلمان ہی نہیں ہوتے: بلکہ کافر بھی ہوتے ہیں تو ریاست میں مقیم ہر مسلم و کافر کی کفالت اس نظام کا حصہ ہے، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب ''حیرہ'' فتح ہوا تو اس موقع پر ایک معاہدہ لکھا گیا جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے کفالت عامہ کا ذکر ہے:

’’وَجَعَلتُ لہم أیماشیخٍ ضعُفَ عَنِ العَمَلِ أوأصَابَتْہ اٰفةٌ مِنْ اٰفاتٍ أوغَنِیافافتَقَروصَارأہلُ دینہ یتَصَدَّقُونَ علیہ،طُرِحَتْ جِزْیةٌ،وعِیلَ مِنْ بیتِ مالِ المسلمینَ وعِیالُہٗ ماأقامَ بِدارِالہجرةِ ودارِالإسلام‘‘5

اس کا مفہوم ہے کہ صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ: ’’میں طے کرتا ہوں کہ اگر ذمیوں میں سے کوئی کمزور ہو، کام نہ کر سکتا ہو، یا زمینی یا آسمانی بلاؤں میں سے کوئی بلا اس پر آپڑے، یا انکا کوئی مال دار محتاج ہو جائے اور اس کے اہل مذہب اس کو خیرات دینے لگیں، تو ایسے تمام افراد کا ٹیکس معاف ہے، اور بیت المال سے ان کی اور ان کے اہلِ خانہ کی کفالت کی جائے گی، جب تک وہ دار الہجرۃ اور دار الاسلام میں مقیم ہوں۔‘‘

اسی تناظر میں عہد فاروقی کا بھی ایک واقعہ ملاحظہ ہوں جسے امام ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب الخَراج میں نقل کیا ہے:

’’قال: وحدَّثَنی عمربنُ نافعٍ عن أبی بکرقال: مَرعمربنُ الخطابِ رضی اللہ عنہ بِبَابِ قومٍ وعلیہ سائلٌ یسأل،شیخٌ کبیرٌ،ضریرالبصر،فضَرَبَ عضُدَہ مِنْ خَلْفِہ وقال: مِن أی أہلِ الکتاب أنتَ؟ فقال: یہودی،قال: فماألجأك إلی ماأریٰ؟ قال: أُسأَلُ الجزیةَ،والحاجةَ،والسِنَّ،قال: فأخذ عمربیدِہٖ وذَہبَ بہ إلی منزلِہٖ،فرضَخَ لہ بشیء مِنَ المنزِلِ،ثم أَرْسَلَ إلی خازنِ بیتِ المال، فقال:أُنْظُرہذاہوضُربائَہ،واللہ ماأنصفناہ أن أکلناشبیبتَہ،ثم نخذُلُہ عندالہرَم ﴿إنماالصدقات للفقراء والمساکین﴾ و’’الفقراء‘‘ من المسلمین،وہذامن ’’المساکین‘‘ من أہل الکتاب،ووضع عنہ الجزیةَ وعن ضُربائِہ،قال أبوبکر: أناشہدت ذلك من عُمَرورأیتُ ذٰلك الشیخ‘‘.6

[5]۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، باب فی الکنائس والبیع والصبیان (بیروت: دار المعرفہ، ۲۰۱۰ء) ص ۱۴۴
[6]۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، باب فی من یجب علیہ الجزیۃ، ص ۱۲۶

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک نابینا بوڑھے فرد کو بھیک مانگتے دیکھا، اس سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے، بھیک مانگنے کا سبب معلوم کیا تو اس نے جواب دیا کہ جزیہ کی ادائیگی، ضرورتِ معاش اور پیرانہ سالی نے بھیک مانگنے پر مجبور کر دیا، یہ سن کر آپؓ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے، جو آپ کے گھر تھا وہ دیا، اور پھر بیت المال کے خزانچی کے پاس حکم بھیجا کہ یہ اور اس جیسے دوسرے حاجتمندوں کی تفتیش کرو، اللہ کی قسم! ہم اس کے ساتھ ہرگز انصاف نہیں کر سکتے کہ اس کی جوانی کی محنت (یعنی بصورتِ جزیہ) تو کھائیں مگر اس کے بڑھاپے میں اسے بھیک مانگنے کے لیے چھوڑ دیں، قرآن کریم میں ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰکِیْنِ 7

اور میرے نزدیک یہاں "فقراء" سے مراد مفلس مسلمان ہیں (اور "مساکین" سے مراد اہل کتاب کے فقراء و مساکین ہیں) اور یہ سائل مساکینِ اہلِ کتاب میں سے ہے، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اس کا جزیہ ختم کر دیا۔"

مندرجہ بالا اور اس جیسی اور بہت سی امثلہ سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کا نظامِ کفالت بلاامتیاز مسلم و غیر مسلم سب کے لیے ہے، یہ ایسا ابرِ رحمت ہے جو کوڑے کرکٹ اور باغ، ہر جگہ برستا ہے۔

## کن ضروریات کو پورا کیا جائے گا؟

انسان کی ضروریات دو (۲) اقسام کی ہیں: (۱) اوّل وہ ضرورت جن پر انسان کی زندگی کا انحصار ہے، اور (۲) دوسری وہ ضروریات جو انسانی حیات میں نکھار کا سبب بنتی ہیں:

### اول قسم کی ضروریات

ضروریات کی اس قسم میں بنیادی طور پر خوراک، جائے سکونت، لباس اور ابتدائی طبّی امداد ہے، اسلامی حکومت تمام ضروریات کو پورا کرے گی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ لکھتے ہیں: "اسلامی ریاست کے سربراہ

{7} ۔القرآن ۹:۶۰

کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر فرد خواہ وہ فقیر یا امیر ہو، عورت یا مرد ہو کو اس کی استعداد اور حالت کے مطابق ان تین ابتدائی ضروریات کے حصول کے لیے تمام اقسام کی سہولیات پہنچائے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں: (۱) خوراک کی سہولت، کیوں کہ یہ انسانی زندگی کا پہلا ذریعہ ہے، اور اس کے علاوہ زندگی کا تصور نہیں۔ (۲) لباس کی ضرورت، خواہ وہ کتان (قیمتی کپڑا) یا روئی کا ہو یا اُون کا۔ (۳) ازدواجی زندگی کی سہولت، کیونکہ یہ نسل انسانی کی بقاء کے لیے ضروری ہے۔"[8]

## دوسری قسم کی ضروریات:

اس میں وہ ضروریات زندگی شامل ہیں، جو انسان کو اخلاقی لحاظ سے اور معاشرتی اعتبار سے پختہ کرتی ہیں، ان میں صحت ودیگر، تعلیم وتربیت اور شادی شدہ اور غیر شادی شدہ افراد کی کفالت، نو مولود بچوں کے وظائف، خواتین اسلام کی کفالت، قرض کے قرضوں کی ادائیگی، سرایوں کی تعمیر، اپاہج وناکارہ افراد کی کفالت وغیرہ وغیرہ۔ ان صورتوں کے تفصیلی احکامات کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم القرشی، کتاب الاموال لابی عبید، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز لابن جوزی، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز لابن عبدالحکیم، سیرۃ عمر بن الخطاب لابن جوزی، الطبقات الکبریٰ لابن سعد، تاریخ الخلفاء للسیوطی میں ملاحظہ ہو سکتے ہیں۔)

## کفالت کی حدود؟

اسلام کے نظامِ کفالت عامہ کی حدود کیا ہیں؟ تو جاننا چاہیے کہ جوں جوں اسلامی ریاست وسیع ہوتی جائے گی اور وسائل بڑھتے جائیں گے، اسی طرح کفالت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا؛ چنانچہ اسلام کا نظامِ تکافل وکفالتِ عامہ کی وسعت، جامعیت، کاملیت اور حدود کا اندازہ لگانے کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جنھیں خلیفۂ راشد تسلیم کیا گیا ہے، کا نمونہ ہمارے سامنے ہے کہ:

---

{8}۔ سیوہاروی، حفیظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام (دہلی: ندوۃ المصنّفین، س ن) ص ۱۵۳

’’كَتَبَ عمربنُ عبدِالعزيزِ رَحِمَہ الله إلى عَبْدالحميدبنِ عبدِالرحمٰنِ،وہوبالعراقِ،’’أن أخرِجْ للناسِ أعطياتہم‘‘ فكتب إليہ عبدالحميد،’’إني قدأخرجت للناس أعطياتہم،وقدبقي في بيت المال‘‘ فكتب إليہ: ’’أن انظركلَّ من أدان في غيرسفہ ولاسرف،فاقض عنہ‘‘ فكتب إليہ: ’’إني قدقضيت عنہم،قدبقي في بيت مال المسلمين مالٌ‘‘ فتكب إليہ: ’’أن انظركل بكرليس لہ مالٌ، فشاء أن زوجہ،فزوِّجہ واصدق عنہ‘‘ فكتب إليہ: ’’إني قدزوّجتُ كل من وجدتُ،وقدبقي في بيت مال المسلمين مالٌ‘‘ فكتب إليہ: بعدمخرج ہذا،’’أن انظرمن كانت عليہ جزية فضعف عن أرضہ فأسلفہ مايقوى بہ علىٰ عمل أرضہ،فإنالانريدہم لعامٍ ولالعامين‘‘ قال: قال لعمرى ہٰذا أونحوہ‘‘[9]

مذکورہ روایت کاخلاصہ یہ ہے کہ: ’’حضرت عمربن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے گورنر کے نام لکھا کہ وہ لوگوں کے عطایاان کواداکرے،گورنر نے جواب لکھا کہ میں نے عوام کے عطایاانھیں اداکردیے ہیں؛ مگربیت المال کی رقم بچی پڑی ہے(اس کاکیاکروں؟) توآپؒ نے لکھاکہ ایسے مقروضوں کو تلاش کروجنھوں نے کسی بغیر نادانی کے کاموں کے،یابغیر فضول خرچی کے قرض لیاہو،ان کاقرض اداکردو،گورنر نے لکھاکہ میں نے ایسے تمام (مقروضوں) کے قرضے اداکردیے ہیں،پھر بھی مسلمانوں کے بیت المال میں رقم بچ گئی ہے،آپؒ نے لکھاکہ ہرایسے کنوارے کو تلاش کروجس کے پاس مال نہ ہو،مگروہ شادی کرناچاہتاہو،اس کی شادی کراؤ،اوراس کامہراداکرو،گورنر نے لکھاکہ میں نے جس کسی کوایساپایا،اس کانکاح کرادیاہے،مگرپھر بھی بیت المال میں رقم باقی ہے،آپؒ نے لکھاکہ ہرایسے ذمی (شخص) کوتلاش کروجس پر جزیہ ہو،اور (مفلسی کے باعث) اپنی زمین آبادکرنے سے عاجزہو،اسے قرضہ دوتاکہ وہ اپنی زمین (کی آبادکاری) کاکام کرنے کے قابل ہوجائے،کیوں کہ ہم

{9}۔ابوعبیدالقاسم بن سلام،کتاب الاموال،الجزء الثالث، صنع عمربن عبدالعزیز فی تقسیم الفئ (مصر: دارالھدیٰ النبویہ،۱۴۲۸ھ)۱/۳۶۳

ان (ذمیوں) کو صرف ایک سال یا دو سال کے لیے ہی نہیں رکھنا چاہتے (بلکہ ان سے حسن وسلوک کا طویل رشتہ چاہتے ہیں)''۔

اس روایت سے خوب اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کا نظامِ کفالتِ عامہ کتنا جامع اور وسیع ہے کہ وسائل کی دستیابی کے ساتھ ساتھ اس کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے اور پھیلتا جاتا ہے، اور پھر رعایا کی ضروریات کی تکمیل کا اندازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک ارشاد سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، فرمایا:

''أماوَاللہ! لَئِنْ بَقِيتُ لِأرامِلِ أہلِ العراقِ لأدعنہن لايفْتَقِرْنَ إلىٰ أمير بعدی''.10

فرمایا: ''اللہ (جل شانہ) کی قسم! اگر میں اہلِ عراق کی بیواؤں کے لیے (اگلے سال تک) زندہ رہ سکا، تو انھیں ایسا (غنی) کر دوں گا کہ وہ میرے بعد کسی امیر کی اعانت کی محتاج نہ رہیں گی''۔ اور پھر ان خواہشات کی تکمیل حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دورِ خلافت میں ہوئی جس کی طرف ان کے ایک گورنر یحییٰ بن سعید نے اشارہ کیا ہے:

''قال يحيىٰ بنُ سعيدبعثنی عمربنُ عبدِالعزيز رحمہ اللہ إلی صدقاتِ إفريقيةَ،فاقْتَضَيتُہا وطَلَبْتُ فقراء، نعطيہا لہم،فلم نجدبہافقيراولم نجدمن يأخذہامنی،قدأغنیٰ عمربنُ عبدِالعزيزِ الناسَ،فاشتريتُ بہارقاباًفأعتقتہم، وولائہم للمسلمين''.11

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ ''مجھے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے افریقہ میں صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا، میں نے صدقات وصول کیے اور ایسے لوگوں کی تلاش کی جنھیں صدقات دے سکوں؛ مگر ایسا

{10}۔ یحیٰ بن آدم، کتاب الخراج، باب الرفق باھل الجزیۃ (دار الشروق، ۱۹۸۷ء) حدیث ۲۴۰، ص ۷۳

{11}۔ عبداللہ بن عبدالحکیم، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز (مصر: عالم الکتب، ۲۰۰۹ء) ۱/۶۵

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 2, Issue 1 || January-June 2023 || P. 54-75


شخص نہ ملا جو صدقہ قبول کرے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اہل عراق کو (اتنا) غنی کر دیا تھا (کہ انھیں صدقہ قبول کرنے کی حاجت ہی نہیں رہی تھی) بالآخر میں نے اس صدقہ سے غلاموں کو خرید کے آزاد کیا۔"

یہ انتہاء ہے اسلام کے نظامِ کفالتِ عامہ کی، اس حقیقت سے نظریں چُرا کر مغرب کے قائم کردہ نظاموں کو قائم کرنا، ان کو رواج دینا بالخصوص "نظامِ انشورنس" کو اسلام کے اس کامل نظام کے مقابل کھڑا کرنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ انسان کا بنایا ہوا نظام شاید قانون ساز کی تجوری کو تو بھر سکتا ہو؛ لیکن ہر ہر انسان کے لیے وہ مفید و معاون ہو، ایسا ہونا محال ہے، اس عالمی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے قانونِ الٰہی ہی کار گر ثابت ہو سکتا ہے، کوئی اور نہیں۔

نظامِ انشورنس کی خامیاں جو شرعاً اسے ناجائز قرار دیتی ہیں ان کی تفصیلات موجودہ دور کے تمام اکابرین نے ذکر کی ہیں، جو اس یہودی ذہنیت کے قائم کردہ نظام کے کھوکھلے پن کو پوری طرح واضح کر دیتی ہیں: امداد الفتاویٰ: ۳/۳۱۰، امداد الاحکام: ۳/۴۹۰، کفایت المفتی: ۸/۸۲، احسن الفتاویٰ: ۷/۲۳، فتاویٰ دار العلوم دیوبند (امداد المفتیین) :۲/۷۰۷، نظام الفتاویٰ: ۱/۲، ۱۸۳/۲۸۶، فتاویٰ محمودیہ "مطبوع جامعہ فاروقیہ" : ۱۶/۳۸۷، فتاویٰ حقانیہ: ۶/۲۱۹، فتاویٰ بینات: ۴/۱۳۶، کتاب الفتاویٰ از مفتی گل حسن صاحب: ۱/۱۲۷، کتاب الفتاویٰ از مولانا سیف اللہ خالد رحمانی: ۵/۳۵۸، جدید فقہی مسائل: ۱/۲۶۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/۲۵۵

## قرآن کریم کا تصور کفالت و رفاہِ عامہ

کفالت اور رفاہ عامہ کو اللہ تعالیٰ نے اہم درجہ دیا ہے۔ کسی بھی چیز کو نظر انداز کر کے خود کو اپنی ذمہ داری سے دور کیا جا سکتا ہے، کفالت اور رفاہ عامہ وقت کی ضرورت بھی ہے اور بہت بڑی عبادت بھی۔ کسی انسان کے دکھ درد کو بانٹنا حصولِ جنت کا ذریعہ ہے، کسی دکھی دل پر محبت و شفقت کا مرہم رکھنا اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے، کسی مقروض کے ساتھ تعاون کرنا اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کو حاصل کرنے کا ایک بڑا سبب ہے، کسی بیمار کی عیادت کرنا مسلمان کا حق بھی ہے اور سنت رسول ﷺ بھی، کسی بھوکے کو کھانا کھلانا عظیم نیکی اور ایمان کی علامت ہے۔ اسلام کی ان مثالی تعلیمات سے اسلامی معاشرے میں کفالت اور رفاہ عامہ کی اہمیت پورے طور پر اجاگر ہوتی ہے۔

دینِ اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب میں یہ امتیاز اور انفرادیت حاصل ہے کہ اسلام میں جہاں عبادات کو بنیادی اہمیت دی گئی، وہیں معاملات اور اخلاقیات بھی دین میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ اسلامی فلسفۂ حیات کے مطابق حقوق العباد کو حقوق اللہ پر دہری اہمیت حاصل ہے۔ خدمت خلق اور رفاہِ عامہ کا تصور در حقیقت حقوق العباد اور احترام انسانیت کے اسلامی فلسفے کی اساس ہے، جس سے اسلام میں اس کی عظمت و اہمیت کا پتا چلتا ہے۔

اسلام آخری اور مکمل دین ہے۔ اس لئے اس نے ہر قسم کے انسانوں کی فطرت کے مطابق ہدایات دی ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے لئے روحانی اور اخلاقی اقدار کے ساتھ ساتھ قانونی اور انتظامی ضابطوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ضرورت کے پیش نظر اسلام میں اخلاقی و قانونی ضابطوں کے درمیان حسین امتزاج پیدا کیا گیا ہے۔ معاشرتی فلاح و بہبود کے بنیادی اصول سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 177 میں بیان ہوئے ہیں۔ انہی اصولوں کو عہد رسالتؐ کے آخر میں قانونی حیثیت دے کر حکومت اسلامیہ کی باضابطہ حکومت عملی قرار دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآىِٕلِیْنَ وَفِي الرِّقَابِ[12]

ترجمہ: "اور مال کی محبت کے باوجود قرابت مندوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور گردنیں چھڑانے پر خرچ کریں۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں "انفاق فی سبیل اللہ "(اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا) کو مومنین وکاملین کی خاص صفت اور خاصیّت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ[13]

{12}۔ القرآن ۲:۱۷۷

{13}۔ القرآن ۲:۳

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 2, Issue 1 || January-June 2023 || P. 54-75


ترجمہ: ”وہ جو ایمان لائے ہیں غیب پر اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔“

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کو تقویٰ و پرہیز گاری کا سبب بتایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاَمَّامَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰی[14]

ترجمہ: ”پھر جس نے (راہِ خدا میں اپنا) مال دیا اور (اس سے) ڈرتا رہا اور (جس نے) اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم آسان کر دیں گے۔ اس کے لیے آسان راہ۔“

ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ”اتقٰی“ سے پہلے ”اعطٰی“ ذکر فرمایا ہے۔ یعنی اللہ ربّ العزّت کی بارگاہ میں مال خرچ کرنا جہاں تقویٰ و پرہیز گاری کا سبب ہے، وہاں اس سے خیر و بھلائی اور نیکیوں کے راستے بھی کھل جاتے ہیں اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ سخاوت کے بغیر تمام اعمال ادھورے رہ جاتے ہیں گویا سخاوت تمام اعمالِ خیر کو درجہ کمال تک پہنچانے کا سبب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً زکوٰۃ، صدقات و عطیات، فطرۂ صوم، مال و متاع وغیرہ۔ انفاق کی سب سے بڑی اور مقدّم صورت زکوٰۃ ہے جو صدقۂ واجبہ ہے۔ زکوٰۃ اس لیے مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے کہ اس سے غریب و نادار مسلمانوں کی امداد ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ و صدقات سماجی فلاح و بہبود کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اس طرح معاشرے میں نفرت و انتقام کی بجائے باہمی ہمدردی، قربانی، ایثار، احترام و محبت کے پاکیزہ جذبات کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں تقریباً 32 مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف قرآن میں بڑی سخت وعید آئی ہے۔ جس کا اندازہ ان آیات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَّوْمَ يُحْمٰي عَلَيْهَا فِيْ نَارِجَهَنَّمَ فَتُكْوٰي بِهَاجِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭهٰذَامَاكَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْامَاكُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ[15]

[14] ۔القرآن ۹۲:۵۔۷

ترجمہ: ”جس دن اس دولت کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹیں اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی، (اور کہا جائے گا کہ) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، اب چکھو اس خزانے کا مزہ جو تم جوڑ جوڑ کر رکھا کرتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال و دولت کی محبت مٹ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کا جذبہ غالب آ جاتا ہے اور اس کے ذریعے غریبوں سے ہمدردی ہو جاتی ہے، جبکہ اس طرح دولت کے گردش میں آنے سے معاشرے کے غریب اور نادار افراد کی مالی حالت بھی بہتر ہو جاتی ہے۔

ظہورِ اسلام سے قبل اہلِ عرب بہت سی تہذیبی، اخلاقی اور معاشرتی بُرائیوں کا شکار تھے۔ شرک میں گھرے معاشرے نے ان کے قلوب و اذہان کو اپنی قوی گرفت میں لے رکھا تھا، دینِ ابراہیمی کا اصل چہرا مسخ ہو چکا تھا۔ ایسے بدترین ماحول اور مایوس کن حالات میں حضور رسالت مآب (ﷺ) نے وہ عظیم الشان اور ہمہ گیر انقلاب برپا کیا جو شبِ تاریک میں روشنی کا عندلیب ثابت ہوا جس نے بھولے بھٹکوں کی درست سمت رہنمائی کی، حضور رسالت مآب (ﷺ) نے اس انقلاب کی بنیاد رنگ و نسل اور طبقاتی نظام سے بلاامتیاز انسانی ہمدردی، سماجی بہبود اور خدمتِ خلق جیسے پاکیزہ اُصولوں پر استوار کی، آپ (ﷺ) نے فرد کی جان، مال، عزت و آبرو کو نہ صرف تحفظ عطا کیا بلکہ امن و آشتی سے تمدنی زندگی گزارنے کے رہنما اصول بھی وضع فرمائے، آپ (ﷺ) نے ایسا جامع اور کامل ترین نظام عطا کیا جس میں ہر شخص کے حقوق و فرائض کو متعین فرمایا، جس کا عملی نمونہ اسوۂ رسول (ﷺ) میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

کفالت اور رفاہ عامہ کا ایک انداز یہ ہے کہ انسان اپنا مال ضرورت مندوں کے لیے وقف کر دے۔

دوسرا انداز یہ ہے کہ مال تو نہیں ہے لیکن اپنا وقت اور زندگی وقف کر دے۔

---

{15} القرآن ۹:۳۵

**AL-RAHEEQ International Research Journal**
Vol. 2, Issue 1 || January-June 2023 || P. 54-75


تیسری صورت یہ ہے کہ نہ مال دے سکتا ہے نہ وقت لیکن اپنے تعلقات اثر ورسوخ کے ذریعہ لوگوں کے کام کرادے۔

مال کے ذریعہ خدمت کی دو صورتیں ہیں:

زکوٰۃ، فدیہ، فطرانہ کی صورت میں واجبات کے علاوہ بھی ضرورت مندوں کی حاجت کے لیے خرچ کرنا۔

ارشاد فرمایا:

وفِیۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ.16

ترجمہ: ''اور اُن کے اموال میں سائل اور محروم (سب حاجت مندوں) کا حق مقرر تھا۔''

قرآن وسنت کی روسے اخلاق کا تعلق ایمان باللہ سے ہے، اس لیے اخلاق کی غرض وغایت رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ کسی رویے کا حسنِ خلق ہونادراصل اسی پر منحصر ہے اور اس کی حقیقی قدر وقیمت کا تعین بھی اسی سے ہوگا۔ انسان کی بڑی سے بڑی قربانی بھی اس کے بغیر اپنی تاثیر کھودیتی ہے۔اور کسی شخص کی مالی اعانت اخلاقی فرض ہے۔ بالخصوص جب اس میں کوئی ذاتی غرض وابستہ نہ ہو۔ اس کو قرآن نے مومن کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ارشاد فرمایا:

الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی. وَمَالِاَحَدٍعِنۡدَهٗ مِنۡ نِّعۡمَةٍ تُجۡزٰۤی. اِلَّاابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِ الۡاَعۡلٰی.17

ترجمہ: ''جو اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے کہ (اپنے جان ومال کی) پاکیزگی حاصل کرے۔اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جارہا ہو۔ مگر (وہ) صرف اپنے ربِ عظیم کی رضاجوئی کے لیے (مال خرچ کررہا ہے)۔''

---

{16}۔القرآن ۵۱:۱۹

{17}۔القرآن ۹۲:۱۸۔۲۰

اسلام میں کمال حاصل کرنے کے لیے جن صفات کا ہونا ضروری ہے، اُن میں سے ایک صفت غرباء کو کھانا کھلانے کی تلقین بھی ہے، ملاحظہ ہو:

’’أرءیتَ الذی یکَذِّبُ بالدِّینِ، فَذٰلِكَ الَّذِی یدُعُّ الیتِیمَ، وَلَایحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِینِ‘‘۔ 18

ترجمہ: ’’کیا تو نے ایسے شخص کو دیکھا جو جزا و سزا کا منکر ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی تلقین نہیں کرتا۔‘‘

غریب کو خود کھانا کھلانے سے انکار تو دور کی بات ہے، یہاں تو اگر کوئی فرد کسی دوسرے متمول شخص کو کسی بھوکے کو کھانا کھلانے کی تلقین نہیں کرتا تب بھی اسے صحیح اور کامل دین دار قرار نہیں دیا جا رہا۔ ایک اور جگہ تو بہت سخت لہجے میں فرمایا گیا:

’’خُذُوْہ فَغُلُّوہ، ثُمَّ الجَحِیمَ صَلُّوہ، ثُمَّ فِی سِلْسِلَۃٍ ذِرْعُھاسَبْعُوْنَ ذِرَاعافَاسْلُکُوہ، إِنَّہٗ کَانَ لایؤمِنُ بِاللہ العَظِیمِ، وَلایحُضُّ عَلٰی طَعَامٍ‘‘19

ترجمہ: ’’ اسے پکڑو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو، پھر اسے جہنم میں داخل کرو پھر اسے ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ دو، یقیناً یہ وہی ہے جو خدائے بزرگ و برتر پر ایمان نہیں لایا تھا، اور نہ ہی محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔‘‘

ایک اور جگہ ایمان والوں کی صفات ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

’’وَیطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیناوَیتِیماواَسِیراً‘‘.20

ترجمہ: ’’اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں (اپنا) کھانا مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلاتے ہیں۔‘‘

---

{18}۔ القرآن ۱۰۷: ۱۔۳

{19}۔ القرآن ۶۹: ۳۰۔۳۴

{20}۔ القرآن ۷۶: ۸

مذکورہ آیات میں امراء کے لیے ایک راہ عمل متعین کردی گئی، اور پھر دوسرے طرز پر مقصد یہ بتایا گیا کہ:

''کَی لایکُونَ دُوْلَةً بَینَ الأَغْنِیاءِ مِنْکُمْ '.21

ترجمہ: تاکہ وہ (دولت) تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتی رہے۔

آیتِ کریمہ میں اسلامی معاشرے اور حکومت کی معاشی پالیسی کا یہ بنیادی قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ مال صرف مالداروں میں ہی گھومتا رہے، یا امیر! روز بروز امیر تر اور غریب دن بدن غریب تر ہوتے چلے جائیں، اس مقصد کے لیے سود حرام کیا گیا، زکوٰۃ فرض کی گئی، مالِ غنیمت میں خُمس مقرر کیا گیا، صدقات کی ترغیب دی گئی، مختلف قسم کے کفارات کی ایسی صورت تجویز کی گئی جن سے غریب افراد کی خاطر خواہ دلداری اور حاجت براری ہوسکے، میراث کا ایسا قانون بنایا گیا کہ ہر مرنے والے کی چھوڑی ہوئی دولت زیادہ سے زیادہ وسیع دائرے میں پھیل جائے، اخلاقی حیثیت سے بخل کو سخت قابلِ مذمت اور سخاوت وفیاضی کو بہترین صفت قرار دیا گیا، الغرض وہ تمام انتظامات کیے گئے کہ دولت پر بااثر لوگوں کی اجارہ داری قائم نہ ہو اور دولت کا بہاؤ امیروں سے غریبوں کی طرف بھی ہو جائے۔ محبت، شفقت اور ہمدردی و اخلاص کے علاوہ ایثار و قربانی کا جذبہ ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ قرآن پاک میں انصار کے ایثار کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا:

وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوکَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌط وَمَنْ یُّوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.22

ترجمہ: اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں شدید حاجت ہی ہو، اور جو شخص اپنے نفس کے بُخل سے بچالیا گیا پس وہی لوگ ہی بامراد و کامیاب ہیں۔

---

{21}۔ القرآن ۵۹:۷

{22}۔ القرآن ۵۹:۹

انسانی فلاح و بہبود کے اس چارٹر کے مطابق اصلی نیکی اور بھلائی یہ ہے کہ انسان ایمانیات کے نتیجے میں اپنے مال و دولت کے ساتھ محبت اور رغبت کے باوجود اسے معاشرتی بہبود اور رفاہی کاموں پر خرچ کرے۔ اسلام کے معاشرتی بہبود و رفاہ عامہ کے نظام اور اسلام کے روحانی اور اخلاقی اقدار میں گہرا تعلق ہے۔ اسلام کی یہ اقدار انسان کو ایثار، قربانی اور بے لوث خدمت خلق پر آمادہ کرتی ہیں۔ نتیجتاوہ اپنے ضرورت مند بھائیوں کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے پر روحانی خوشی محسوس کرتا ہے۔

قرآن کریم میں ہر قسم کے بے کس، مجبور، محتاج، غریب اور بے سہارا لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ایسے لوگوں کے لئے جو اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں وہ اپنی جامعیت اور استیعاب میں تاریخی عوامل کے تحت ہر زمانے میں رونما ہونے والے فقر و احتیاج اور بے کسی و بیچارگی پر حاوی ہیں۔ان میں وہ لوگ شامل ہیں جو حاجت مند ہوں، جو معاشی و اقتصادی طور پر بالکل تباہ حال ہوں، جو غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہوں اور جو تعلیم و علاج سے محروم ہوں۔ وہ لوگ جو اپنے ضروری سفر پر قادر نہ ہوں یا دوران سفر اس قابل نہ رہے ہوں، ان سب کے لئے رفاہ عامہ کے نقطہ نظر سے اسلام نے مستقل نظام کو وضع کر دیا۔ الغرض فقر و مسکنت، رقبت و غرامت اور غربت و مسافرت جیسی مجبوریوں اور معذوریوں کے انسداد کے لئے رفاہی منصوبہ بندی کی گئی۔

**سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں کفالت اور رفاہِ عامہ**

نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جب ایک آزاد مسلم سوسائٹی کے ساتھ نئے دور کا آغاز کیا تو باہمی کفالت کا ایک نیا اسلوب متعارف کرایا، اور سوسائٹی میں اجتماعی کفالت کے نظام کی بنیاد رکھی جس کا آغاز مواخات سے ہوا کہ آپؐ نے مہاجرین کو انصار مدینہ کے ساتھ بھائی بھائی بنا دیا، اس طرح کہ مہاجرین کی ضروریات کی کفالت انصار کے مختلف خاندانوں میں تقسیم ہو گئی۔ یہ نظام اس وقت تک قائم رہا جب تک سب لوگ اپنے اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو گئے۔اس کی ترتیب یہ تھی کہ ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنا دیا جاتا جو اس کی ضروریات کا کفیل ہوتا، اس دوران ان میں سے جو فوت ہو جاتا دوسرا اس کا وارث بھی قرار پاتا۔ انصار مدینہ نے جس حوصلہ اور ایثار کے ساتھ مہاجرین کی یہ خدمت کی اس کی ایک مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن

عوفؓ کو جس انصاری صحابیؓ کا بھائی بنایا، اس نے عبدالرحمن کو گھر لے جا کر پیشکش کی کہ وہ اس کا آدھا مال لے لیں اور اس کے اثاثوں میں برابر کے حصہ دار بن جائیں، حتیٰ کہ اس کی دو بیویوں میں جس کو وہ چاہیں طلاق دلوا کر وہ اس سے نکاح کر سکتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اس پیشکش کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں، مجھے صرف رہنے کے لیے جگہ اور بازار میں سودا بیچنے کے لیے ٹھکانہ درکار ہے بس اور کوئی چیز نہیں چاہیے۔

بعد میں جب حالات بہتر ہوئے اور بیت المال میں مختلف انواع کے اموال جمع ہونے شروع ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے ایک ایسا نظام بنا دیا کہ اگر کسی کو ضرورت کی کوئی چیز درکار ہوتی جسے وہ خود مہیا نہ کر پاتا تو حضورؐ سے درخواست کرتا، اور اس کی ضرورت پوری کر دی جاتی۔ جناب نبی اکرمؐ کا طریقہ یہ تھا کہ کوئی ضرورت مند آتا اور اپنی ضرورت کا اظہار کرتا تو اگر اپنے پاس کچھ موجود ہوتا تو دے دیتے، ورنہ کسی ساتھی سے کہہ کر دلوا دیتے، اور بسا اوقات قرض لے کر بھی اس کی ضرورت پوری فرما دیتے تھے۔ ان معاملات کی ذمہ داری حضرت بلالؓ کے سپرد تھی، وہ حضورؐ کے گھروں کے اخراجات اور ضروریات کی نگرانی کرتے تھے، ضرورت کی چیزیں مہیا کرتے تھے اور آپؐ کے پاس باہر سے آنے والے حضرات کی ضروریات کو پورا کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو قرض لے کر ضرورت پوری کر دیتے تھے اور بعد میں قرض کی ادائیگی کر دی جاتی تھی۔ گویا کسی ضرورت مند کی ضرورت رکتی نہیں تھی، اس کو پورا کرنے کی کوئی نہ کوئی صورت نکل آتی تھی۔

جب ہم رفاہی کاموں کا جامع تصوّر اور وسیع دائرہ سامنے رکھ کر نبی کریم (ﷺ) کی ذات گرامی اور رفاہی کاموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ (ﷺ) کی رحمتِ عمیمہ اور وسیعہ سے نہ صرف انسان مستفید اور بہرہ ور ہوئے بلکہ تمام حیوانات، نباتات اور جمادات تک نے رحمت کا حصہ پایا۔ رسالت مآب (ﷺ) نے رفاہِ عامہ کے کاموں کی منظم اور مربوط بنیاد رکھی اس کے مقاصد واضح کیے اس کے لیے قانون سازی کی اور اس کا عملاً نفاذ فرمایا۔

آج اُمتِ مسلمہ ہی نہیں بلکہ انسانیت میں خدمتِ خلق اور رفاہِ عامہ کا جتنا کام ہو رہا ہے آپ (ﷺ) کی جامع تعلیمات کا نتیجہ ہے، یہ بات ناقابل تردید ہے کہ دُنیا میں سب سے پہلی فلاحی ریاست کا تصور بھی رسالت مآب (ﷺ) کی ذاتِ گرامی سے شروع ہوتا ہے، نبی (ﷺ) کی حیاتِ طیبہ وطاہرہ سے فلاحِ معاشرہ اور خدمتِ خلق کے تصورات اور ان پر عملی اقدامات ہمہ گیر ہیں—دورِ حاضر میں جنکا مطالعہ اور عملی نفاذ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ شارعِ اسلام (ﷺ) نے خدمتِ خلق کو کس قدر اہم اور مقدس قرار دیا اس کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

خیر النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاس[23]

ترجمہ: لوگوں میں سے بہترین وہ ہے جو دوسرے انسان کو فائدہ پہنچائے۔

یہ اسلام کا امتیاز ہے کہ اس نے نہ صرف فرد کو بلکہ ریاست کو بھی عام لوگوں کی فلاح و بہبود کا پابند بنایا ہے اور حکمرانوں کو مسئول بنایا ہے کہ وہ رعایا کی ضروریات کو پیش نظر رکھیں۔ اسلام ابتدا ہی سے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں رہا ہے۔ اس کی کاوشیں انفرادی، اجتماعی اور ریاستی و حکومتی سطح تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اسلام میں رفاہِ عامہ اور معاشرتی فلاح و بہبود کا تصور اتنا ہی پرانا ہے جتنا یہ مذہب خود قدیم ہے یعنی یہاں رفاہ عامہ کا تصور ارتقائی عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کی تاریخ کا آغاز ظہور اسلام کے ساتھ ہی نظر آتا ہے اور مسلمان مادی منفعتوں سے بالاتر ہو کر ہر دور میں سماجی و معاشرتی بہبود انسانی کی خاطر مسلسل مصروف عمل رہے ہیں۔ مسلمانوں کا مقصد اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا تھا۔ اس تصور نے ان کی عملی زندگی ہر معاملے میں متحرک بنادی تھی۔ رفاہی کاموں اور انسانی خدمات کے سلسلے میں ہمارے سامنے نبی پاک ﷺ کا عملی نمونہ موجود ہے۔ آپ ﷺ انسانی خدمت کے لیے متحرک رہتے تھے۔ جہالت کے اس دور میں بھی آپ ﷺ ہی تھے جو دکھی رگوں پر ہاتھ

---

{23}۔ المتقی الہندی، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، باب خطب النبی ﷺ و مواعظ (بیروت: موسسۃ الرسالہ، ۲۰۰۸ء) حدیث ۴۲۱۵۴

AL-RAHEEQ International Research Journal
Vol. 2, Issue 1 || January-June 2023 || P. 54-75


رکھتے تھے اور نوع انسانیت کی بے لوث خدمات انجام دیتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ کو تسلی دیتے ہوئے آپ کی اعلیٰ صفات شمار کروانا ہے:

فَقَالَتْ خَدِيجَةُ: كَلّاوَاللهِ مَايخْزِيكَ اللهُ أَبَداإِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحْمَ تَحْمِلُ الكَلَّ وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ وتُقْرِى الضَّيفَ وَتُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ[24]

"آپ ﷺ کی گھبراہٹ کو دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کریں گے، آپ تو رشتوں کو جوڑنے والے ہیں، آپ تو کمزوروں، بے کسوں کا سہارا بنتے ہیں، جن کا کوئی کمانے والا نہیں آپ اُن کو کما کر کھلاتے ہیں، غریبوں کے بوجھ اُٹھاتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور آفت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔"

## خلاصہ کلام

خدمت کا جذبہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام میں پیدا کر کے ایک مثالی ٹیم بنادی۔اس عظیم کارواں اور ٹیم میں مرد اور عورت دونوں شامل تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے تربیت پا کر وہ ہر معاملے میں دوسروں کو ترجیح دیتے تھے، وہ خود بھوکے رہتے اور دوسروں کو کھانا کھلاتے، خود تکلیف برداشت کرتے اور دوسروں کو آرام پہنچاتے تھے۔ خدمت خلق اور جذبہ ایثار صحابہؓ کی زندگی کا مقصد بن گیا۔ ہر کمزور اور مظلوم کو ان سے امید پیدا ہو گئی کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی ظالم و جابر ہمارا استحصال نہیں کر سکے گا۔ صحابہ کرامؓ نہ صرف عدل اجتماعی کے عظیم پیکر بنے بلکہ انھوں نے اسلام کے عادلانہ نظام کو عملی طور پر قائم کیا۔اسلام کی اشاعت اور تبلیغ میں جس طرح مردوں نے کلیدی کردار ادا کیا اسی طرح خواتین نے بھی اہم رول ادا کیا ہے۔دور نبوت میں خواتین ہر سرگرمی میں حصہ لیا کرتی تھیں۔کوئی مجاہدہ تھیں تو کوئی عالمہ، کوئی فصیح اللسان تھیں تو کوئی خطیبہ اور داعیہ، کوئی متعدد علوم و فنون کی

---

{24}۔البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، (الریاض، مکتبہ دار السلام، ۲۰۰۸ء)، حدیث ۳

ماہر تھیں تو کوئی انفاق فی سبیل اللہ میں ممتاز۔ آج بھی خواتین گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مختلف علم وفنون ، معیشت، تجارت، طب، سیاست اور سماجی نوعیت کی سرگرمیوں میں شرعی حدود کے اندر فعال کردار ادا کر سکتی ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)